© rasailojaraid.com

مطبوعات

ثانی اثنین

(منظوم مناقب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

شاعر : عبدالعزیز خالد

قیمت : دس روپے - ۵۲ صفحات مجلد

ملنے کا پتہ :

آئینۂ ادب ، چوک مینار - انار کلی - لاہور

یہ کہنے کے لیے کسی تبصرہ نگار کی ضرورت نہیں کہ عبدالعزیز خالد نے اردو شاعری کا دامن اپنے چمن تخلیق کے پھولوں سے بھر دیا ہے - اغلباً زیادہ تر اچھے خیالات اور پاکیزہ احساسات سے جن میں نعتِ رسولؐ سب سے بڑھ کر ہے اور ساتھ ساتھ مناقب کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔ ان چیزوں کو جب بھی پڑھا - یہی محسوس ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے اس قلم کش بندے کو ایمان سے نوازا ہے - مگر ساتھ کے ساتھ خالد کی شاعری کا ایک دوسرا میدان بھی ہے - وہاں کچھ اور ہی رنگ ملتا ہے - یعنی ذہن میں ابھی تک دو قوتوں کی کشاکش جاری ہے - ایمان کے ساتھ جو جنبیت پیدا ہونی چاہیے وہ " فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ " کا اذن نہیں دیتی - مگر شاید وہ اسی منزل کی طرف بڑھ رہا ہے - کچھ وقت تو لگے گا - زمانہ ایسا ہے کہ مسلم فکر اور سیکولر فکر ادب میں اب مل کر نہ چل سکے گی - کیونکہ دونوں طرف تصورِ حیات و کائنات جدا جدا ہے ، لہٰذا اخلاقی و تہذیبی شعور بھی جدا ہے - خیر یہ معاملہ خالد کا اپنا زیادہ ہے ، ہمارا کم - ہم تو اس لیے بولنے کا حق رکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص ہمیں مخاطب بنا لے گا تو ہم اپنی سی بات ہی کہیں گے -

اس وقت خالد کی کتاب ثانی اثنین پیشِ نظر ہے - اس میں حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مناقب بیان کیے گئے ہیں مگر انداز مناقبانہ اور قصیدہ گویانہ نہیں - بلکہ ایسا والہانہ جیسے کوئی اپنے محبوب کے کردار کے حسن و جمال کے پہلو دکھا رہا ہو - خالد نے نعت و مناقب کے اس اسٹائل کو اپنایا ہے ، جیسے شبلی ، حالی ، حفیظ اور اقبال نے اپنے اپنے رنگ میں پروان چڑھا ، یعنی کردار کے حسن کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاریخی واقعات کے متحرک پردۂ قلم پر دکھانا۔ اس میدان میں خالد نے بہت پیش قدمی کی ہے۔

دو اور باتیں مجھے کہنی ہیں، اگرچہ مجھے اس کا اندیشہ بھی ہے کہ خالد صاحب کے دل میں خیال گذرے کہ تم کو کچھ کہنے کا کیا حق ہے اور میرا جواب تیار بر تیار ہے کہ تبصرہ نگاری کو تو چھوڑیے، جو بھی دوسروں کے سامنے مجھے مخاطب بناتا ہے۔ مجھے اس کے متعلق اپنے تاثرات کہنے کا حق ہے۔

پہلی بات میں یہ کہتا ہوں کہ ۷۸۶ اشعار میں اگر دس یا پانچ غیر مستعمل الفاظ کسی ضرورتِ شعری سے آجائیں تو گوارا، مگر اسلوب ہی یہ بنا لینا کہ عربی اور ہندی و سنسکرت کے لغتِ غریب کا ایک حصہ ہمیشہ کی طرح نظم میں کھپا دینا ہے، اسے مستحسن نہیں کہا جا سکتا۔ لوگ دقت محسوس کریں تو کہا جائے کہ جاؤ مطالعہ کرو، لغت دیکھو، محنت کرو، ورنہ میری شاعری میں کیا ڈھونڈتے ہو۔ وہ تو خیر پھر بھی اچھا ہے کہ میرے ہی ایک مشورے کے تحت انہوں نے حواشی میں لغت اور تاریخ کے حوالے درج کرنے شروع کر دیے۔ مگر بات پھر بھی درست نہیں ہے کہ اکا دکا لفظ غریب کا آجانا تو خیر، قاری اس کا مفہوم معلوم کر لے گا، مگر ہر شعر میں اگر مرادفات و مترادفات اور ہم قافیہ قسم کے غریب الفاظ رکھ دیے جائیں تو یہ شاعری سے دلچسپی رکھنے والوں کے لیے ایک مصیبت ہے۔ ابلاغ کا کلیہ بھی کچھ اہمیت رکھتا ہے۔ آپ لوگوں کے لیے فکری سطح پر معلم ہیں، ان تک کوئی پیغام نہ سہی ——— احساس پہنچانا چاہتے ہیں ——— ان کے لیے آسانیاں پیدا کیجیے۔ قرآن مجید کی زبان اس معنی میں نئی ہے کہ ایک تو فصاحت و بلاغت کا معیار اونچا ہے، دوسرے معمولی قسم کے مروج الفاظ کو بلند معانی دیے گئے ہیں۔ شاعری اور ادب کا کمال بھی یہی ہوتا ہے کہ وہ عام استعمال کے الفاظ کے انگوروں سے نئے معانی کا رس نچوڑتا ہے۔ نہ یہ کہ جہاں ایسا موقع آیا کہ مروجہ الفاظ نے ساتھ نہ دیا تو جھٹ لغتِ غریب کی طرف توجہ کر لی۔ ایسی شاعری سے لوگوں کو مرعوب کر سکتے ہیں۔ ان پر اپنے ہفت بحری علم کا سکہ جما سکتے ہیں، مگر آپ کے افکار و اشعار ان کے دلوں میں جڑیں چھوڑ کر گلاب و یاسمن نہیں بن سکتے کہ جنہیں وہ اپنا باغ سمجھ کر ان سے پھول چنیں۔

خالد کی دوسری یہ روایت بھی قابلِ توجہ ہے کہ وہ عربی اور سنسکرت اور فارسی اور ہندی، بلکہ ساتھ ہی پنجابی (اس کے علاوہ مغربی زبانوں کے) الفاظ میں ٹانکے لگا دیتے ہیں۔ یہ ناہمواری اردو شاعری کے بنیادی مزاج کے خلاف ہے۔ کہیں آپ اینٹ لگا دیں، کہیں روڑا تو بھان متی کا یہ کنبہ جڑ تو جائے گا، مگر خوش وضع نہیں لگے گا۔ میرؔ کا رنگ دیکھیے، غالبؔ کا دیکھیے، بلکہ غالب کے دونوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رنگ دیکھیے، ہندی مزاج کے گیتوں کا رنگ دیکھیے۔ مجاز اور جذبی کا کلام ملاحظہ فرمائیے، جگر اور حسرت کی شاعری پر نگاہ ڈالیے، اقبال اور مولانا ظفر علی خان کو لیجیے، حالی، چکبست۔ اصغر گونڈوی، اختر شیرانی، فضل احمد کریم فضلی، مولانا ماہر القادری کو پڑھیے، عربی فارسی مزاج کی شاعری ہوگی تو اس میں ہندی سنسکرت کے بھاری الفاظ نہ ملیں گے، اسی طرح ہندی سنسکرت کا رنگ ہوگا تو عربی فارسی کا بوجھل لغت استعمال نہ ہوگا۔ سنگِ مرمر کی سلیں بنانی ہوں تو بنائیے اور گھر سازی و مرصع سازی کرنی ہو تو وہ کیجیے۔ لوہار اور سنار کے دونوں فنون کو یکجا کرنا ناقابلِ فہم ہے۔ یہ رنگِ خاص بھی مرعوب کن زیادہ ہے مسحور کن کم۔

یہ تو ہماری محض باتیں ہیں، خالد بہر حال کام کر رہا ہے اور کام کرنے والے کو بسا اوقات باتوں پر توجہ کرنے کی فرصت بھی نہیں ہوتی۔ ہمارا بھی منشا یہ نہیں کہ وہ ہماری گزارشات کو دلیل راہ بنالیں۔

یہ کتاب اس لحاظ سے شاندار ہے کہ اوّل تو بسم اللہ کے اعداد ۷۸۶ کے مطابق تعداد اشعار رکھ کر حسن تفاؤل کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ دوم یہ کہ یہ کتاب اس دور میں صحیح معنوں میں "بقلم خود" ہے۔ یعنی شاعر نے خود ہی اس کی کتابت اپنے عام سادہ و باوقار رسم الخط میں کی ہے۔ کاتب آج کل کتابی و اخباری دُنیا میں وہی مقام رکھتا ہے جو اُردو شاعری میں معشوق کا ہے۔ وہ محبت بھی کراتا ہے، جادہ پیمائیاں بھی، وعدہ شکنیوں سے بھی لذت اندوز کرتا ہے۔ انتظار کی گھڑیاں گزرواتا اور اختر شماری کراتا ہے۔ اور پھر الفاظ و معانی کا قتل عام بھی اس بے باکی سے کرتا ہے کہ ہر صفحے پر کشتوں کے پشتے لگ جاتے ہیں۔ مصنف کے قلم اور کاتب کے قلم کی قلمرو ایک ہی ہے، لہٰذا رقابت رہتی ہے۔ خالد صاحب اس قلمی و کاغذی معشوق کی ناز برداریوں سے بھی بچ گئے اور لاگت بھی کم رہی۔

کاغذ، طباعت، جلد خوب، بلکہ یوں کہیے کہ خالد صاحب نے اپنا ایک معیار قائم کر دیا ہے اس کا ہم دل سے اعتراف کرتے ہیں۔

۷۸۶ اشعار پر تحقیقی تبصرہ کرنا ان اوراق میں ممکن نہیں۔ ہم نے صرف اُوپر اُوپر سے فضائی سروے کیا ہے۔ خالد صاحب کا یہ اسلوب بھی تقریباً ثابت و قائم ہو گیا ہے کہ وہ طویل نظمیں جب لکھتے ہیں تو اُن کے آخر میں وہ پھر خود ہی اپنا موضوع بن جاتے ہیں۔ ثانیؔ لاثانی میں بھی یہی صورت ہے۔ ص ۹۷ سے یہ سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ بڑے معنی خیز اور زوردار اشعار ملتے ہیں، بلکہ مجھے اب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ جب "بیان اپنا" پر آتے ہیں تو بہت زور پیدا ہو جاتا ہے۔ اس حصے کا ایک سرا تعلّی ہوتا ہے دوسرا انکسار۔ وہ بھی حد سے بڑھ کر، اور یہ بھی انتہا سے آگے تک۔ کام کی بات یہ کہ ساتھ ہی ابنائے زمانہ کا تذکرہ چھڑتا ہے۔ کیونکہ خالد کا وجود ان سے کٹ کر الگ تو نہیں ہو سکتا۔ یہاں پہنچ کر وہ وقت کے فکری، تہذیبی اور اخلاقی ناسوروں کو خوب خوب نمایاں کرتے ہیں۔ ابنائے زمانہ کی بات چلتی ہے تو وہ تھوڑی بہت نصائح بھی کرتے ہیں، کہیں کہیں تو بھرپور زجر و توبیخ کے ساتھ۔ پھر کہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے خالد صاحب نے خود کو بھی انہی میں شامل کر دیا ہے، جن کا تذکرہ ہے یہ سماں دیکھ کر ماننا پڑتا ہے کہ یہ محض انکسار نہیں، بلکہ شاعری کا کمال ہے اور شاعر یہاں اپنے آپ کو واعظ سے الگ کر دکھاتا ہے۔

مختصر یہ کہ ۱۵۲ صفحات اور ۸۶، اشعار کا یہ خوبصورت مجلد مجموعہ دس روپے میں اگر مل رہا ہے تو دنیا والوں کو اور کیا چاہیے۔

(بقیہ اسلامی انقلاب کی تفسیر)

کے ہاتھوں جو انسانی خون بہہ رہا ہے[1] اس پر کسی کو اعتراض نہیں۔ حالانکہ اس پر جو اربوں ڈالر مصارف اُٹھ رہے ہیں۔ اُن کا ناقابلِ برداشت بوجھ عوام کی جیبوں پر پڑ رہا ہے۔ لیکن عجب تماشا ہے کہ جونہی اسلام اپنے دفاع کا ارادہ کرے اور جونہی اس فتنے کی جڑ کاٹ دینے کا اعلان کرے تو یہی لوگ دہائی دینے لگتے ہیں" ارے! یہ جہاد کس لیے ہے؟"

(باقی)

---

[1] یہ بھی قرونِ مظلمہ سے زیادہ گندی بہیمانہ کارروائیوں کی صورت میں۔ خاص طور پر افغانستان میں تو پورا ملک ایک مذبح بنا ہوا ہے اور تہذیبِ نو کے قسائی ایک قوم کو ذبح کر رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com